# ہزارہ میں فنِ سوانح نگاری کی روایت

**(The Tradition of Biographical art in Hazara)**

•سائرہ بی بی، پی ایچ ڈی اسکالر، شہید بینظیر بھٹو ویمن یونیورسٹی پشاور
•ڈاکٹر انتل ضیا، شہید بینظیر بھٹو ویمن یونیورسٹی پشاور

## Abstract

*Hazara is a region in the northeastern part of the Khyber Pakhtunkhwa province of Pakistan. It is located east to the Indus River and comprises eight districts Abbottabad, Haripur, Mansehra, Battagram, Upper Kohistan, Lower Kohistan, Kolai Palla Kohistan & Torghar.*

*This research examines the literary contributions of the Hazara region, known for its rich tradition of biographies that cover a wide range of figures, including scholars, political leaders, and mystics. These biographies are written in accessible language and have left a lasting impact on readers. The research will analyze some notable biographies from this region.*

اردو ادب میں دیگر اصناف کی طرح سوانح نگاری ایک قدیم صنف ہے۔ دیکھا جائے تو ابتدائی دور میں اس کی نوعیت ایسی نہیں تھی۔ موجودہ نثری اصناف پر اگر نظر ثانی کی جائے تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابتدائی عہد میں کبھی اسے تذکروں میں تصور کیا گیا اور کبھی اسے تاریخ کے پہلو میں ڈھونڈا گیا ہے۔ اگر مغربی ادب کی بات کی جائے تو ایک وقت ایسا بھی تھا جب سوانح نگاری اور تاریخ میں فرق محسوس نہیں کیا جاتا تھا۔ دونوں کو ایک ہی صنف مانا جاتا تھا۔ سترھویں صدی میں سوانح نگاری کو ایک خاص مقام حاصل ہوا۔ سوانح عمری کا لفظ پہلی بار ڈرائیڈن نے Biography کے نام سے ۱۶۸۳ء میں پیش کیا ہے۔ Biography انگریزی زبان کا لفظ ہے۔ Bio کے معنی ”حیات“ اور Graphy کے معنی نگاری (لکھنا) کے ہیں۔ پس Biography کا مطلب ہے حیات نگاری یعنی زندگی کی روداد تحریر کرنا۔

”یہ مخصوص افراد کی زندگیوں کی تاریخ ہے۔“(۱)

مختلف انگریزی لغات میں Biography کی تعریفیں مختلف انداز میں ملتی ہیں۔ آکسفورڈ ڈکشنری میں Biography کی تعریف کچھ اس طرح کی گئی ہے۔

> “The history of the lires of individual men as a branch of Literature”(۲)

انسائیکلوپیڈیا بریٹانکا میں Biography کو یوں بیان کیا گیا ہے:

> “Biography, Nanatine which seeks consciously and artistically to record and recreate the

---

- پی ایچ ڈی اسکالر، شہید بینظیر بھٹو ویمن یونیورسٹی پشاور
- جامعہ شہید بینظیر بھٹو شہید بینظیر بھٹو ویمن یونیورسٹی پشاور

personality of an individual life"(۳)

اردو ادب میں سوانح عمری ایک جداگانہ حیثیت رکھتی ہے۔ جس کی اہمیت وافادیت کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ سوانح سانحہ کی جمع ہے۔ سانحہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے لغوی معنی "پیش آنے والا ماجرا" کے ہیں۔ عام طور پر سانحہ وحشت انگیز واقع کو کہا جاتا ہے۔ چنانچہ سوانح عمری کا مطلب ہے کسی شخصیت کے حالات زندگی، واقعات یا زندگی میں اچھے برے تلخ اور ہر طرح کے واقعات کو تحریر کرنا ہے۔

سوانح عمری کی تعریف مختلف لغات میں مختلف الفاظ میں ملتی ہے۔ اردو لغات کشوری میں سوانح عمری کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

"سوانح جمع ہے سانحہ کی، یا پیش آنے والی چیزیں مگر استعمال اس کا واردات متوحش اور ناپسندیدہ میں ہوتا ہے۔"(۴)

فرہنگ آصفیہ میں سوانح حیات یا سوانح نگاری کی تعریف کچھ اس انداز میں کی گئی ہے:

"سرگزشت یا کسی شخص کی زندگی کا حال یا تذکرہ، کسی عالم خواہ فاضل خواہ بڑے بڑے کام کرنے والے یا بہادر یا حاکم وہ واقعات جو اس کی عمر میں گزرے ہوں۔"(۵)

متذکرہ بالا تعریفوں سے واضح ہوتا ہے کہ سوانح عمری میں کسی کے زندگی کے حالات وواقعات پیدائش سے لے کر موت تک پیش کیے جاتے ہیں۔

سوانح عمری کے لغوی معنی کے ساتھ ساتھ دیگر ادبی اصطلاحات میں بھی سوانح عمری کی مختلف تعریفیں ملتی ہیں۔ عطاالرحمٰن نوری اپنی کتاب "اردو اصنافِ ادب" میں سوانح حیات کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"کسی بھی نامور شخص کی زندگی کے حالات تفصیل کے ساتھ ایک کتاب میں پیش کرنے کا فن سوانح کہلاتا ہے۔ سوانح میں کسی مشہور شخص کی زندگی کے محاسن اور مصائب دونوں بیان کیے جاتے ہیں۔ سوانح میں مستند اور جامع مواد کی پیش کش ضروری ہوتی ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی اس حقیقت پر بھی نظر رکھنی پڑتی ہے کہ جس شخص پر سوانح لکھی جارہی ہے اس کی زندگی کے تمام کارناموں کو کتاب میں سلسلہ وار بیان کر دیا جائے۔"(٦)

سوانح نگاری کا فن بڑا دشوار ہوتا ہے۔ جسے مرتب کرنا بڑا صبر آزما مرحلہ ہوتا ہے۔ سوانح نگاری کا فن دراصل ناول اور افسانہ سے کہیں بڑھ کر ہوتا ہے۔ سوانح نگار ماخذات کی کھوج میں بڑے مشکل مراحل سے گزرتا ہے۔ سوانح نگاری میں سوانح نگار جس شخصیت کو موضوع بحث میں لاتا ہے اس کے متعلق اسے مکمل جان کاری حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ جس میں وہ ایمان داری اور پوری صداقت کے ساتھ اس کی حیاتِ زندگی کو بیان کرتا ہے۔ سید عبداللہ اپنی کتاب "حیات جاوید" میں سوانح کے فن پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"سوانح نگاری وہ فن ہے جس کی تکمیل کے لیے صرف محنت اور محض عملی لیاقت کافی نہیں۔ اس کے لیے جذبۂ ہمدردی اور انس ومحبت کی ضرورت ہے۔ جوہیرو کی کمزوریوں کے اعتراف کے باوجود اس کی عظمت

اور شر وفضیلت کو بھی دیکھ سکے۔"(۷)

سید عبداللہ کے اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ فنِ سوانح نگاری کے لیے سوانح نگار اپنے ہیرو کی اوصاف کے ساتھ ساتھ اس کی کمی کوتاہیوں پر بھی نظر رکھے۔جو کہ سوانح نگار کے لیے مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔اس کی اہم وجہ قاری کی دلچسپی کے لیے شخصیت کی خوبیوں اور خامیوں میں توازن برقرار رکھنا ہے۔ڈاکٹر صدف نقوی سوانح نگاری کے فن کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے"گوہرِ ادب"میں رقم طراز ہیں کہ:

"سوانح نگاری کا فن ایک دشوار گزار پہاڑی سفر کی مانند ہے۔کسی شخصیت کی سوانح لکھنا نہایت مشکل امر ہے۔کیونکہ سوانح عمری مصنف کے لیے ذریعہ فرار بھی بن سکتی ہے اور ذریعہ نجات بھی اس لیے حقائق کو بیان کرنے کے ساتھ دلچسپی کو برقرار رکھنا ضروری ہے۔"(۸)

اگر تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو فن سوانح نگاری کو عروج تک پہنچانے کے لیے الطاف حسین حالی اور شبلی نعمانی وغیرہ کا ہے۔حالی اور شبلی کی سوانح نگاری کے متعلق ڈاکٹر محمد سراج اللہ تیمی لکھتے ہیں کہ:

"اردو میں سوانح نگاری کو فن کا درجہ دِلانے اور عروج وکمال تک پہنچانے میں الطاف حسین حالی، شبلی نعمانی، سرسید احمد خان اور محمد حسین آزاد کا اہم کردار رہا ہے۔"(۹)

حالی جدید اردو سوانح نگاری کے موجد قرار دیے جاسکتے ہیں۔حالی نے سب سے پہلے جدید اردو سوانح نگاری کو تذکرہ نگاری کی صنف سے الگ قرار دیا ہے۔حالی نے"حیات سعدی"،"یادگارِ غالب" اور"حیات جاوید"لکھ کر سوانح نگاری کی داغ بیل ڈالی۔

حالی کے بعد اردو کے دوسرے عظیم سوانح نگار مولانا شبلی نعمانی ہیں۔شبلی کی سوانح نگاریوں کا عنوان عموماً مذہبی اور تاریخی ہے کیونکہ ان کو مشاہیر اسلام سے دلی وابستگی اور محبت تھی۔شبلی کی اہم سوانح عمریوں میں"سیرۃ النبی ﷺ"،"المامون"،"سیرت النعمان"اور"الفاروق"وغیرہ شامل ہیں۔

اردو زبان کے فروغ و ترویج میں ہر علاقے کی طرح خطۂ ہزارہ نے ہمیشہ نمایاں کردار ادا کیا ہے۔سرزمین ہزارہ میں ادب کا دائرہ بہت وسیع ہے۔یہاں تخلیق ہونے والے ادب نے اپنے گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ہزارہ کی ادبی روایت میں تمام اصناف کے بہترین نمونے ملتے ہیں۔یہاں کے ادیبوں اور شاعروں کی ادبی خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔شعر و شاعری ہو یا نثر نگاری ہر صنف میں ادب انفرادی حیثیت رکھتا ہے۔ہزارہ کے ادب کے متعلق پروفیسر ایوب صابر اپنی کتاب"داستان ہزارہ"میں لکھتے ہیں کہ:

"اہل ہزارہ جمال کے علاوہ جلال بھی رکھتے ہیں۔ان کا جلال افواج میں نکھرتا اور جمال ادب فن میں۔بعض آدمیوں اور شاعروں کے ہاں جمال کے ساتھ ساتھ جلال کی آمیزش بھی ہے۔بڑھے لکھے لوگ ہندکو کے ساتھ اردو بھی بولتے ہیں اور قومی زبان سے محبت بھی کرتے ہیں۔یہاں پروان چڑھنے والا ادب بھی تعصبات سے پاک ہے البتہ سرزمین ہزارہ اور اہل ہزارہ کی طرح یہاں کا ادب بھی زنگارنگی میں ایک انفرادی شان رکھتا ہے۔"(۱۰)

ڈاکٹر ایوب صابر کے اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ ادبیات ہزارہ میں دیگر اصناف کی طرح فن سوانح نگاری کی ایک مضبوط روایت موجود ہے۔ یہاں کی فن سوانح نگاری کی روایت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ فن سوانح نگاری کو عروج و ارتقاء کے مدارج طے کرانے میں اصحاب قلم نے ہمیشہ اہم کردار ادا کیا ہے۔ سوانح نگاروں نے ہزارہ کے بیشتر ادیبوں، شاعروں اور بہت سارے صوفیائے کرام کی علمی و ادبی خدمات کو سوانح حیات کی شکل میں پیش کیا ہے۔ اس طرح خطہ ہزارہ میں بہت ساری سوانح عمریاں لکھی گئی ہیں۔ اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔

ادبیات ہزارہ میں سوانح عمریوں کی ایک لمبی فہرست موجود ہے، بہت سی ایسی سوانح عمریاں نظر آتی ہیں جو فن کے نقطہ نظر سے اعلیٰ مقام رکھتی ہیں۔ ان کی تعداد تقریباً ساٹھ کے آس پاس ہے۔ یہ سوانح عمریاں علمی و ادبی شخصیتوں کی بھی ہیں۔ سیاسی، سماجی اور صوفیائے کرام پر بھی لکھی گئی ہیں۔ یہ سوانح عمریاں قاری کے ذوق اور دلچسپی کے مطابق آسان و دلکش زبان اور سادہ اسلوب میں تحریر کی گئی ہیں۔ یہاں پر ہم چند اہم سوانح عمریوں کا باری باری جائزہ پیش کریں گے۔

- **گوہر نایاب (محمد خواص خان):**

ہزارہ ادب کے علمی خزانے میں ایک اہم نام محمد خواص خان کا شاخان کا ہے۔ محمد خواص خان کا شمار ادبیات ہزارہ کے بلند پایہ ادیبوں اور شاعروں میں کیا جاتا ہے۔ ان کی تحریروں میں وہی جوش و جذبہ اور تحقیقی انداز ملتا ہے۔ جو ہزارہ کے دیگر تخلیق کاروں کا خاصہ رہا ہے۔

محمد خواض خان گوئرہ مانسہرہ کے سرسبز علاقے کو پیڑاں میں ۸ مارچ ۱۹۰۸ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام قلندر خان تھا۔ جن کا شمار گو نڑا اعوان خاندان کے ممتاز شخصیتوں میں ہوتا ہے۔ محمد خواص خان نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ تحقیق و تصنیف گزارا بہت ساری تصانیف قلم بند کیں ہیں۔ محمد خواص خان نے چند ادبی شخصیات کی سوانح عمریاں تحریر کی ہیں۔ ان میں ایک اہم سوانح عمری "گوہر نایاب" ہے۔ گوہر نایاب دراصل مانسہرہ کے نامور شخصیت علی گوہر خان کی سوانح حیات ہے۔ جس میں انھوں نے علی گوہر خان کے حالات زندگی کا تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے۔ محمد خواص خان کی سوانح عمری کے متعلق پروفیسر بشیر سوزر قم طراز ہیں کہ:

> "خواص خان نے اس کتاب میں ذاتی رائے برائے نام شامل کیا ہے۔ مگر علی گوہر خان کے خیالات اور کاوشوں کو اس طرح اوراق پر منتقل کیا ہے کہ کہ کتاب کو پڑھ کر علی گوہر خان کی شخصیت کے بے شمار پہلو اجاگر ہوتے ہیں۔ علی گوہر خان کا علاقائی، ثقافتی، ملکی، غیر ملکی بالخصوص اسلامی جذبات اور کوششوں کا واضح اور پر تاثیر عکس سامنے آتا ہے۔"(۱۱)

حاجی علی گوہر خان مانسہرہ کے مالدار گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ انھوں نے ہمیشہ متوازن، متواضع اور سادہ زندگی بسر کی۔ وہ اپنی زندگی میں باقاعدگی سے ڈائری لکھتے تھے۔ وہ کئی اخبار اور رسالوں کے باقاعدہ نامہ نگار اور مضمون نگار کے طور پر اپنے قلمی جوہر دکھاتے تھے۔ خواص خان کو علی گوہر خان کی سوانح حالات کو منظر عام پر لانے کے لیے کسی دوسرے سے مواد اکٹھا کرنے کے بجائے ان کی لکھی ہوئی ڈائریوں، رسالوں اور اخبارات کے تراشوں سے مدد لی اور بڑی باریک بینی سے ان کی سوانح حیات پر روشنی ڈالی۔

محمد خواص کی یہ سوانح عمری ۱۹۸۵ء میں شائع ہوئی۔ جو کہ (۲۳۸) دوسو اڑتیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس سوانح عمری کو سوانح نگار نے سات ابواب میں تقسیم کیا ہے جس میں ان کے سوانحی حالات کے ساتھ ساتھ ان کی عادات و اطوار، مشاغل، ریاست وابستگی، صحافتی زندگی، اسفار اور ان کے لکھے گئے خطوط پر مفصل تبصرہ ملتا ہے۔ کتاب کے دوسرے حصے میں انجمن اسلامیہ پکھلی پر تفصیلی بحث ملتی ہے۔ محمد خواص خان حاجی علی گوہر خان کی تاریخ پیدائش اور حالات زندگی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

> ”علی گوہر خان کی تاریخ پیدائش ۱۴ جولائی بروز جمعہ ۱۸۸۴ء ہے اور تاریخ وفات ۲۳ فروری بروز ہفتہ ۱۹۵۸ء ہے۔ اس حساب سے ان کی کل عمر ۷۴ سال آٹھ ماہ اور نو (۹) دن بنتی ہے ۔ یہ اعلیٰ خاندانی طبقے سے پڑھے آدمی تھے ۔ فارغ البالی تھے ۔ سن شعور سے ہی اپنے ذہن و فکر رسالے کے مطابق اخباروں میں مضامین بھیجنے شروع کیے۔ جس سے ان کی علم وہنر، اخلاق حمیدہ، ہمدری خلق مسلمانانِ عالم سے ہر قسم کے وقتی ہفتہ وار اخبار سے آگاہی اور خریداری وغیرہ سے پوری دنیا کے حالات سے با خبر رہتے تھے۔ اوراخباروں میں اپنے دل کی باتوں کا اظہار فرماتے۔“(۱۲)

حاجی علی گوہر خان کا سب سے اہم کارنامہ انجمن اسلامیہ پکھلی کو معرض وجود میں لانا تھا۔ اس انجمن کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لیے علی گوہر خان نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ وقف کر دیا۔ محمد خواص خان انجمن اسلامیہ پکھلی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

> ”ان کی ابتدائی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ انجمن اسلامیہ پکھلی بقہ کی بنیاد مع احمد خان گیڈر پور رکھنا ہے۔ جو کم و بیش ۲۶ سال کا عرصہ ۱۹۱۱ء جنوری تا ۱۹۳۶ء قائم رہی جس کے وہ ناظم انجمن یا جنرل سیکرٹری ہے اور بڑے بڑے پاپڑ جس کی بنا پر بیلنے پڑے۔ ان کو چند دنوں کی قید و بند کی نوبت بھی پہنچی جس کا ذکر ایک الگ کتاب انجمن اسلامیہ پکھلی بقہ کے عنوان میں مفصل ذکر ہو چکا۔ میرے نزدیک ان کی زندگی مجاہدانہ اور با مقصد زندگی تھی۔ جس پر تاوفات وہ قائم رہے۔ ان کو مذہب اور مسلمانوں سے بڑی محبت تھی۔“(۱۳)

کتاب کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ سوانح نگار نے مانسہرہ کے ایک ایسے ہیرو کی سوانح مرتب کی ہے جس کے کردار و فعل سے ایک دنیا روشنی پاتی رہے گی۔

## تحریک پاکستان سے تعمیر پاکستان تک

- **مفتی محمد ادریس کی خدمات (اسماعیل گوہر)**

اردو ادب کی فہرست میں اسماعیل گوہر کی شناخت ایک محقق اور سوانح نگار کی حیثیت سے کی جاتی ہے۔ ”تحریک پاکستان سے تعمیر پاکستان تک (مفتی محمد ادریس کی خدمات)“ آپ کی تلاش و جستجو اور محققانہ سعی و محنت کا ثبوت فراہم

کرتی ہے۔ آپ کی یہ سوانح عمری مفتی محمد ادریس ایڈوکیٹ کے احوال و آثار پر مشتمل ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد داؤد اعوان اسماعیل گوہر کی سوانح عمری کے متعلق رقم طراز ہیں کہ:

”تحریک پاکستان سے تعمیر پاکستان تک، مفتی محمد ادریس کی خدمات“ کا بغور مطالعہ کیا۔ مصنف نے ان کی عہد سازی کے واقعات اس دلچسپ انداز سے قلمبند کیے ہیں کہ کہ پڑھتے ہی دل میں اتر گئے ہیں اور بے اختیار ایک مشہور یونانی فلسفی فلیچر کا قول جو یقیناً ایسی منفرد شخصیت کے بارے میں ہے، یاد آگیا:

> Man is own star and the soul that can render an
> honest and pefect man Commonds all light all
> influence, all fate (۱۴)

اسماعیل گوہر نے زیر نظر کتاب میں مفتی محمد ادریس کے احوال و آثار کو تفصیل سے تحریر کیا ہے. ان کی سوانح حیات لکھتے ہوئے بتاتے ہیں کہ وہ ۱۶ جولائی 1918ء میں مانسہرہ کے علاقے پکھلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام مولوی خلیل الرحمان تھا۔ جو کہ مسجد کے خطیب تھے۔ ابتدائی تعلیم بھنیر کنڈبقہ سے حاصل کی۔ ایف اے کا امتحان ایبٹ آباد اور بی اے کی ڈگری پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کی۔ پھر پنجاب یونیورسٹی سے ادیب فاضل، منشی فاضل، مولوی فاضل اور پشتو فاضل کے امتحانات پاس کیے۔ ۱۹۴۵ء میں علی گڑھ یونیورسٹی سے داخلہ لیا۔ وہاں سے عربی اور ایل ایل بی کی سند حاصل کی۔

مفتی محمد ادریس کا شمار پاکستان کے ان نوجوانوں میں ہوتا ہے جنہوں نے علی گڑھ دورانِ تعلیم پاکستان کی آزادی کے لیے جدوجہد کی۔ تحریکِ آزادی میں آپ کا کردار نا قابلِ فراموش ہے اور پاکستان کے قیام تک آپ قائد اعظم کی قیادت میں سر گرم رہے۔ قیام پاکستان کے بعد بھی آپ پاکستان کی فلاح و بہبود کے لیے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے رہے ہیں۔ ڈاکٹر اسماعیل گوہر لکھتے ہیں:

> ”حصولِ آزادی میں مفتی ادریس ایڈوکیٹ کی خدمات ہماری قومی تاریخ کا حصہ ہیں۔ تحریک پاکستان کے حوالے سے ان کا شمار ان نوجوان رہنماؤں میں ہوتا ہے جنہوں نے علی گڑھ میں دوران تعلیم ہی دو قومی نظریے کے استحکام و فروغ اور مطالعہ پاکستان کی ترویج کے لیے اپنے شب و روز وقف کر دیے تھے۔ تسلسل پاکستان کی طرح قیام پاکستان کے بعد بھی انھوں نے شاندار خدمات سرانجام دی ہیں۔“(۱۵)

اقبال شناسی میں مفتی محمد ادریس کا نام ایک جداگانہ حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ آپ نے کلامِ اقبال کو نہ صرف پڑھا بلکہ اس کو سمجھا بھی ہے۔ آپ کو اقبال کے نسبت سارے اشعار زبانی بھی یاد تھے۔ آپ کلامِ اقبال سناتے ہوئے خود وجد میں آجاتے اور سننے والے پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ وہ علامہ اقبال کے شیدائی تھے۔ ہزارہ بھر میں ان کو ماہر اقبالیات کے طور پر تقریبات میں مدعو کیا جاتا تھا۔ آپ کو شارح اقبال کے طور پر جانا جاتا تھا اور بزم اقبال ہزارہ کا سرپرست بنایا گیا تھا۔ اسماعیل گوہر لکھتے ہیں کہ:

> ”تحریک پاکستان کے اس ہراول دستے کا سالار مفتی ادریس کو اقبال سے محبت ان کے اشعار یاد کرنے کی حد تک نہیں تھی۔ بلکہ انہوں نے کلامِ

اقبال میں اس روشنی کو پالیا تھا جس نے غلامی کے گھٹاٹوپ اندھیروں
آزادی اور اسلامی تشخص کی فضائیں تخلیق کر دی تھیں۔ ان کی آزاد فضاؤں
کی نوید مسلمانانِ ہند تک پہنچنے کے لیے علی گڑھ کے بلند کردار نوجوان ملک
کے طول و عرض میں پھیل گئے۔ مفتی صاحب کو فکرِ اقبال کا تفہیم ہی عشق
اقبال میں ڈھل گیا۔"(۱۶)

- **پروفیسر صوفی عبدالرشید: احوال و آثار:**

ہزارہ ادب کا ایک چمکتا دھمکتا موتی ڈاکٹر پروفیسر عادل سعید قریشی جو کسی کی تعریف کے محتاج نہیں ہیں۔ ڈاکٹر پروفیسر عادل سعید کا تعلق سرسبز شہر ایبٹ آباد سے ہے۔ آپ کے والد کا نام پروفیسر محمد سعید قریشی ہے جو کہ انگریزی زبان کے پروفیسر ہیں۔ ڈاکٹر پروفیسر عادل سعید قریشی ایبٹ آباد پبلک سکول میں ایک مدرس کی حیثیت سے اپنے فرائض منصبی ادا کر رہے ہیں۔ آپ ادبیات ہزارہ میں افسانہ نگار کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ ترجمہ نگاری، ہندکو افسانہ نگاری، تحقیق و تنقید، کالم نگاری اور تحقیقی و تنقیدی مقالات، میں اپنے تخلیقی جوہر دکھاتے رہتے ہیں۔ آپ ہندکو مجلہ "لکھتاں" کے مدیر بھی ہیں۔

پروفیسر عادل سعید قریشی نے اپنے استاد محترم پروفیسر صوفی عبدالرشید کی سوانح حیات تحریر کر کے ہزارہ ادبی روایت میں ایک اہم معیار قائم کیا ہے۔ آپ صوفی عبدالرشید کے عزیز شاگردوں میں سے ایک تھے۔ آپ نے اپنے استاد محترم صوفی عبدالرشید سے اپنی محبت اور عقیدت مندی کا اظہار اس سوانح عمری کے ذریعے کیا ہے۔ ڈاکٹر عامر سہیل آپ کی سوانح عمری کے متعلق لکھتے ہیں:

"یہ بڑی خوش آئند بات ہے کہ ڈاکٹر عادل سعید قریشی نے صوفی صاحب
کے ہر علمی اختصاص کو اپنی اس کتاب میں شامل کیا ہے جس کی وجہ سے یہ
کتاب صوفی صاحب پر ایک مستند دستاویز بن گئی ہے۔ استاد محترم پروفیسر
صوفی عبدالرشید صاحب پر ہر نیا آنے والا محقق اس کتاب سے روشنی
حاصل کرے گا۔ ہزارہ کی ادبی روایت میں یہ کہاں منفرد شناخت قائم
کرے گی۔"(۱۷)

صوفی عبدالرشید ہری پور کے ایک گاؤں سکندر پور میں ۱۹۳۶ء میں پیدا ہوئے۔ ایم اے کرنے کے بعد محکمہ تعلیم میں بحیثیت اردو لیکچرار اپنی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ ایک قابل استاد کے ساتھ ساتھ ادبیات ہزارہ میں نامور ادبی شخصیت تھے۔ ادب میں آپ ایک شاعر کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔ شعر و شاعری میں آپ اردو، ہندکو اور فارسی زبان میں شعر کہتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ کے تحقیقی و تنقیدی مضامین ملکی و غیر ملکی ادبی جرائد و رسائل میں شائع ہوتے رہتے تھے۔ صوفی عبدالرشید بنیادی طور پر اردو زبان و ادب کے بحیثیت استاد منفرد پہچان رکھتے تھے۔ درس و تدریس کے حوالے سے ایک مثالی استاد تھے۔ ان کے شاگردوں کی کثیر تعداد ان سے فیض یاب ہوتی رہی۔ وہ اپنے پیشے میں ہمیشہ انصاف اور میانہ روی کا رویہ اختیار کرتے تھے ڈاکٹر پروفیسر عادل سعید لکھتے ہیں کہ:

"صوفی عبدالرشید درس و تدریس کے حوالے سے ایک معتبر نام تھا۔
تدریسی خدمات کے حوالے سے ان کے شاگرد، رفقائے کار اور دیگر احباب
متفق اللسان ہیں کہ صوفی عبدالرشید نے درس و تدریس کے پیشے کے

تقاضوں کو ایمان داری اور خلوص نیت سے پورا کیا ہے۔ اپنے اطلباء کے ادبی ذوق کی نشوونما اور پرداخت کے علاوہ ان کی اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے میں اہم کردار ادا کرتے۔ طلبہ کی حوصلہ افزائی کرنا ان کی فطرت ثانیہ تھی۔"(۱۸)

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو سوانح نگار نے فن سوانح نگاری کے تمام اصول و ضوابط کو مد نظر رکھ کر صوفی عبدالرشید کی سوانح حیات کو مرتب کیا ہے ڈاکٹر عادل سعید قریشی نے زیر نظر سوانح عمری میں صوفی عبدالرشید کی شخصیت کو بڑی شگفتگی اور عمدگی کے ساتھ قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔ انھوں نے صوفی عبدالرشید کے حالات زندگی، ان کی علمی و ادبی خدمات اور مقالات و مضامین کو کتابی صورت میں شائع کر کے آنے والی نوجوان نسل کے لیے راہ روشن کر دی ہے۔

- **ڈاکٹر ایوب صابر: شخصیت و فن ——محمد زمان معظم**

ادبیات ہزارہ میں سوانح نگاری کا سلسلہ تا حال جاری ہے۔اس سرسبز زمین میں بہت سارے سوانح نگاروں نے بے شمار شخصیتوں کی سوانح عمریاں لکھی ہیں۔ان سوانح عمریوں میں ایک اہم سوانح عمری "ڈاکٹر ایوب صابر: شخصیت و فن" ہے۔ جس کے سوانح نگار محمد زمان معظم ہیں۔

محمد زمان معظم مانسہرہ کے دلکش گاؤں عطر شیشہ سے تعلق رکھتے ہیں۔وہ گورنمنٹ اسکول میں بطورِ معلم اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔دوران ملازمت آپ نے اپنا تعلیمی سلسلہ بھی جاری رکھا اور ۲۰۱۹ء میں جامعہ ہزارہ سے ایم فل کی سند حاصل کی ہے۔ ان کو بچپن سے ہی اردو ادب سے گہرا لگاؤ تھا۔ان کی ادبی جیہات میں شاعری، تحقیق و تنقید اور رپورتاژ نگاری اہم حوالے ہیں۔ ان کے علاوہ آپ کے تحقیقی و تنقیدی مضامین بھی قومی و بین الاقوامی سطح پر مختلف ادبی رسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

محمد زمان معظم کو اکادمی ادبیات پاکستان نے اپنی کتابی سلسلہ "پاکستانی ادب کے معمار" کے لیے منتخب کیا اور ماہر اقبالیات پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر کی شخصیت و فن پر کتاب مرتب کرنے کی ذمہ داری سونپی۔ ایک سوانح نگار کی حیثیت سے محمد زمان معظم نے "ڈاکٹر ایوب صابر: شخصیت و فن" میں اپنے ہیرو کی سوانح حیات کو بڑی خوش اسلوبی سے بیان کیا ہے اور ان کی علمی و ادبی خدمات کے ساتھ ساتھ اقبال شناسی جیسے موضوعات پر تفصیلی بحث کی ہے۔ محمد زمان معظم کی اس تحقیق کے متعلق چیئرمین اکادمی ادبیات پاکستان ڈاکٹر یوسف خشک رقم طراز ہیں کہ:

"ذاتی طور پر ڈاکٹر ایوب صابر ایک شفیق اور حلیم طبع انسان ہیں۔ عمر عزیز کا بیشتر حصہ اردو ادب کی تدریس میں گزارا قلم ہی سے نہیں اپنے خطبات کے ذریعے بھی آپ نے اقبال کے پیغام کی ترویج و تشریح کا فریضہ انجام دیا ہے۔ محمد زمان معظم اردو ادب کی تدریس سے وابستہ ہیں۔ انھوں نے ڈاکٹر ایوب صابر کے فکر و فن کے سبھی پہلوئوں کا احاطہ کے کامیابی کے ساتھ کیا ہے۔

"ڈاکٹر ایوب صابر: شخصیت اور فن" کی اشاعت نہ صرف ڈاکٹر ایوب صابر کے حوالے سے ہماری تفہیم میں سہولت پیدا کرے گی بلکہ اقبال شناسی کے

ضمن میں بھی یہ ایک اہم پیش رفت ہو گی۔"(۱۹)

"ڈاکٹر ایوب صابر: شخصیت اور فن" کو سوانح نگار نے پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے جو کہ ۲۰۰ سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلا باب ڈاکٹر ایوب صابر کی سوانح کے متعلق ہے دوسرے باب میں ڈاکٹر ایوب صابر کی ادبی ولسانی خدمات پر بحث ملتی ہے۔ تیسرے باب میں سوانح نگار نے ڈاکٹر ایوب صابر کے نئے زمان ومکاں کے موضوعات کو قلم بند کیا ہے۔ چوتھے باب میں ڈاکٹر ایوب صابر کی اقبال شناسی منظر عام پر لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ آخری اور پانچویں باب میں ڈاکٹر ایوب صابر کی شخصیت وفن پر "مجموعی نظر" پر بحث ملتی ہے۔

کتاب کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ ڈاکٹر ایوب صابر کا اہم حوالہ اقبال شناسی ہے۔ اقبال شناسی کی بدولت آپ کی علمی وتنقیدی حوصلہ افزائی نہ صرف پاکستان میں ہوئی بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی کی گئی ہے۔ حکومت نے آپ کی اقبال شناسی پر تمغۂ حسن کارکردگی، اقبال ایوارڈ اور ستارہ امتیاز سے نوازا۔ محمد زمان معظم ڈاکٹر ایوب صابر کی فکر اقبالیات کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> "ڈاکٹر ایوب صابر کا اصل کارنامہ اقبال پر ان کا کام ہے۔ آپ نے اقبالیات میں اب تک کے سب سے بڑے علمی و تحقیقی منصوبے کا انتخاب کیا جو اٹھارہ بیس برسوں کی محنت اور لگن سے پایہ تکمیل تک پہنچا۔ یہ ایک ادارے کے کرنے کا کام تھا جو اکیلا کر کے انجام دیا۔ اس کے لیے آپ نے چار سال قبل از وقت ریٹائرمنٹ لی اور افسرانہ زندگی کو جس میں ظاہر ہے بہت کچھ اچھا بھی کرتے۔ ایک عظیم تر مقصد کے لیے قربان کر دیا۔"(۲۰)

ڈاکٹر ایوب صابر کی اردو زبان و ادب کی خدمات کو بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ آپ نے ہزارہ میں اردو زبان کے فروغ کے لیے کئی حیثیتوں سے پلیٹ فارم تشکیل دیے اور قومی زبان کی ترویج و اشاعت کے لیے کوشاں رہے۔

مجموعی طور پر دیکھا جائے محمد زمان معظم نے بحیثیت سوانح نگار اس سوانح عمری میں ڈاکٹر ایوب صابر کی سوانح حیات کے تمام پہلووں ان کی فکر وفن، علمی و ادبی جیسے موضوعات کو بڑی تفصیل سے علم بند کیا ہے۔ انھوں نے ڈاکٹر ایوب صابر جیسی عظیم شخصیت کی سوانح عمری لکھ کر نہ صرف ہزارہ ادب میں بلکہ اردو ادبی روایت میں ایک شمع روشن کی ہے جس سے جدید دور کی آنے والی نوجوان نسل استفادہ حاصل کر سکے گی۔

- **سلطان سکون: شخصیت اور فن ـــــــ قمر زمان**

ہزارہ کی ادبی روایت پر اگر نظر ڈالی جائے تو اس سرزمین نے کئی نامور ماہر لسانیات، محقق، نقاد، شاعر اور ادیب پیدا کیے ہیں جنھوں نے اردو ادب کے فروغ وترسیل میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان تخلیق کاروں میں ایک اہم نام قمر زمان کا ہے۔ قمر زمان کا شمار ادبیات ہزارہ کے بلند پایہ ادیبوں میں ہوتا ہے۔ آپ ۲۶ اگست ۱۹۷۴ء کو ایبٹ آباد کے سرسبز گاؤں دوپتھر میں پیدا ہوئے۔ آپ ایبٹ آباد کے ایک نجی سکول میں بطور معلم اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ درس وتدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے اپنا تعلیمی سلسلہ بھی جاری رکھا ہوا ہے۔ قرطبہ یونیورسٹی سے پی۔ ایچ ڈی کر رہے ہیں۔

قمر زمان کا ادبی سفر ابتدائی عمر سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ آپ اپنی فکری و فنی صلاحیتوں کو قلم کے ذریعے اجاگر کرتے رہے ہیں۔ آپ ہزارہ کے ادبی حلقے میں منفرد حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کئی قومی و بین الاقوامی کانفرسوں میں شرکت کر چکے ہیں۔علاوہ ازیں آپ کے تحقیقی و تنقیدی مضامین ملکی اور بین الاقوامی سطح پر وقتاً فوقتاً رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

آپ کی انہی تخلیقی و تحقیقی کاوشوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ”اکادمی ادبیات پاکستان کے“، ”پاکستان کے ادب کے معمار“ کے کتابی سلسلے میں ”سلطان سکون: شخصیت اور فن“ کو مرتب کرنے کی ذمہ داری آپ کو سونپی۔ پروفیسر محمد تقلین مقیم اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> ”مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ قمر زمان نے سلطان سکون کی زندگی کا یہ کام کر کے ان کی عمرِ طبعی میں کئی سالوں کا اضافہ کر دیا ہے۔ قمر زمان میرے وسیع ادبی حلقہ احباب کے ان چند احباب میں شمار ہوتے ہیں جو ایک دوسرے کو تحقیقی اور تخلیقی کام میں کبھی تن آسانی کا شکار نہیں ہوتے دیتے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ”سلطان سکون: شخصیت اور فن“ کا منصوبہ قمر زمان کے حصے میں آنے کے بعد تاخیر کا شکار نہیں ہوا۔“(۲۱)

”سلطان سکون: شخصیت اور فن“ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قمر زمان نے سلطان سکون کی سوانح حیات کے تمام پہلو یعنی ان کی پیدائش، خاندان، تعلیم وتربیت، علمی و ادبی خدمات، وغیرہ کو ترتیب وار بیان کیا ہے۔

قمر زمان کے نزدیک سلطان سکون کا نام سلطان محمد ہے اور سکون تخلص کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ آپ ۱۹۳۲ء کو ضلع ایبٹ آباد کے سرسبز گاؤں کوٹھیالہ میں پیدا ہوئے۔ ہم محکمۂ تعلیم میں اکاؤنٹس اور کلرک کی حیثیت سے اپنی خدمات انجام دیتے رہتے ہیں اور بحیثیت اکاؤنٹس آفیسر ۱۹۹۳ء اپنی ملازمت سے سبکدوش ہوئے ہیں۔ آپ کو بچپن سے ہی شاعری پر شغف حاصل تھا۔ آپ ہندکو اور اردو زبان میں شعر وشاعری کرتے ہیں۔ ادبیات ہزارہ میں آپ نے ہندکو ادب کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ ہندکو اردو لغت سے لے کر، ہندکو کہاوتیں، ہندکو محاورے، ہندو کو ضرب الامثال، ہندکو پہیلیاں اور ہندکو لوک کہانیوں میں اپنے تخلیقی جوہر دکھائے ہیں۔ ان کی علمی و ادبی خدمات پر انھیں کئی اعزازات سے نوازا گیا ہے۔ جن میں اکادمی ادبیات پاکستان کی طرف سے سائیں احمد علی ایوارڈ اور حکومت پاکستان کی طرف سے صدارتی تمغہ برائے حسن کارکردگی سے نوازا گیا ہے۔

قمر زمان نے زیر نظر سوانح عمری ”سلطان سکون: شخصیت اور فن“ کو چھ ابواب میں تقسیم کیا ہے جو کہ ۱۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ باب اول میں سوانح نگار نے سلطان سکون کی سوانح حیات پر تفصیلی بحث کی ہے۔ باب دوم میں ان کی تمام تصانیف کے متعلق قلم بند کیا گیا ہے۔ باب سوم میں سلطان سکون کی شاعری یعنی غزل، نظم اور مزاحیہ شاعری کا تعارف کیا گیا ہے۔ باب چہارم میں سلطان سکون کی نثر میں خدمات کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ باب پنجم میں سوانح نگار نے اپنے ہیرو کی ہندکو زبان وادب کے فروغ میں ان کی خدمات کو قارئین کے سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔ جبکہ آخری اور چھٹے باب میں مختلف مشاہیر و معاصرین کی رائے کو قلم بند کیا گیا ہے۔

سلطان سکون ہزارہ شعر وشاعری میں ایک جداگانہ اور منفرد حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ قمر زمان نے اس کتاب کے ذریعے ان کی شاعری کے سبھی پہلوؤں کی جھلک دکھائی ہے۔ ان کے نزدیک سلطان سکون کی شاعری میں

پسندیدہ صنف غزل ہے انھوں نے روایتی اور کلاسیکی غزل سے استفادہ کرتے ہوئے غزل کے کئی موضوعات میں اضافے کیے ہیں۔ قمر زمان "سلطان سکون" کی غزل کے حوالے سے رقم کرتے ہیں:

> "سلطان سکون نے اپنی انتھک محنت اور مسلسل ریاضت سے اردو شاعری خصوصاً غزل میں خوب نام کمایا اور مشاہیر و معاصرین سے خوب خراج تحسین حاصل کیا ہے۔ سلطان سکون انتہائی سادہ طبیعت اور منکسر المزاج شخصیت کے مالک ہیں۔ اور یہی سادگی اور سلامت ان کی شاعری کا خاصہ ہے۔ انھوں نے عمر بھر شعر و ادب کی خدمت کیا اور بغیر کسی سے اصلاح لیے محض اپنی ذاتی کاوش سے اردو غزل میں خوبصورت اضافے کیے ہیں (۲۲)"۔

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو قمر زمان نے اس سوانح کے ذریعے سلطان سکون کی زندگی کے حالات و واقعات، ان کے فکری و فنی پہلو اور ان کے علمی و ادبی خدمات کے جو نمونے پیش کیے ہیں شاید ہی وہ کسی دوسری کتاب میں ملتے ہوں۔

پس مذکورہ سوانح عمریوں کی نظر ثانی سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہزارہ ادبی روایت میں سوانح عمری کی صنف اپنا ایک الگ تشخص رکھتی ہے۔ ہزارہ میں سوانح نگاروں نے بہت سی علمی، ادبی، سیاسی، سماجی اور صوفیائے اکرام کی سوانح عمریاں تحریر کی ہیں۔ ان میں خاص سوانح عمریوں کا جائزہ لیتے ہوتے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ جس طرح حالی نے سوانح کے سلسلے میں مغرب سے اثرات قبول کیے ہیں۔ بالکل اسی طرح ہزارہ کے سوانح نگار حالی کی سوانح نگاری کے زیر اثر اس صنف میں طبع آزمائی کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ اب سوانح نگاروں کا موضوع عظیم شخصیتیں نہیں بلکہ سوانح نگار اپنے والدین، استاد اور دوست کو بھی بلا تکلف اپنا موضوع بنا سکتے ہیں۔

## حوالہ جات:


ا۔ آکسفورڈ ایڈوانس لرنرس ڈکشنری، ایڈیشن ۱۹۹۴ء، ص ۱۰۷

1. Herold Nirolsen,The Development of English Boigraphy, The Hagarth press,london,5th edition,1968,P 71
2. Encyclopedia Britania,Vol III,1990,P 766

۳. مولوی شیخ تصدق حسین، ''لغات کشوری''، نول کشور پریس، لکھنؤ، ۱۹۷۳ء، ص ۳۹۹
۴. مولوی سید احمد دہلوی، ''فرہنگ آصفیہ''، جلد سوم، نیشنل اکیڈمی، دہلی، ۱۹۷۴ء، ص ۱۱۷
۵. عطاالرحمٰن نوری، ''اردو اصناف ادب''
۶. سید عبداللہ، ''حیات جاوید''، پنجاب اکیڈمی، لاہور، ۱۹۶۶ء، ص ۷
۷. صدف نقوی، ڈاکٹر، ''گوہر ادب''، مثال پبلشرز، فیصل آباد، ۲۰۱۹ء، ص ۱۱۳
۸. محمد سراج اللہ تیمی، ڈاکٹر، ''۱۹۸۰ء کے بعد اردو سوانح نگاری کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ''، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۲۰ء، ص ۴۷
۹. پروفیسر ایوب صابر، ''ادبستانِ ھزارہ''، بزمِ اہلِ قلم ہزارہ، ایبٹ آباد، ۱۹۸۹ء، ص ۹
۱۰. پروفیسر بشیر احمد سوز، ''ادبیات ہزارہ میں سوانحی ادب''، ادبیات ہزارہ (مرکز تحقیق و اشاعت) ایبٹ آباد، ۲۰۲۳ء، ص ۱۸۴
۱۱. محمد خواص خان، ''گوھر نایاب''، مجلس علم و ادب، راولپنڈی، ۱۹۸۵ء، ص ۲۴
۱۲. ایضاً، ص ۲۵
۱۳. پروفیسر محمد داؤد اعوان، ''تحریک پاکستان سے تعمیرِ پاکستان تک مفتی محمد ادریس کی خدمات''، ادارہ علم و ادب، بفہ، ۲۰۰۵ء، ص ۱۱
۱۴. اسماعیل گوہر، ڈاکٹر، ''تحریک پاکستان سے تعمیرِ پاکستان تک مفتی محمد ادریس کی خدمات''، ادارہ علم و ادب، بفہ، ۲۰۰۵ء، ص ۹
۱۵. ایضاً، ص ۹۱
۱۶. عامر سہیل، ڈاکٹر، ''پروفیسر صوفی عبدالرشید احوال و آثار''، حاجی منیر پرنٹرز، لاہور، ۲۰۲۳ء، ص ۹
۱۷. پروفیسر عادل سعید قریشی، ڈاکٹر، ''پروفیسر صوفی عبدالرشید احوال و آثار''، حاجی منیر پرنٹرز، لاہور، ۲۰۲۳ء، ص ۳۵
۱۸. یوسف خٹک، ڈاکٹر، ''ڈاکٹر ایوب صابر: شخصیت اور فن''، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، ۲۰۲۱ء، ص ۹
۱۹. محمد زمان معظم، ڈاکٹر، ''ڈاکٹر ایوب صابر: شخصیت اور فن''، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، ۲۰۲۱ء، ص ۷۵
۲۰. محمد ثقلین ضیغم، ''ادبیات ہزارہ میں سوانح ادب''، ادبیات ہزارہ (مرکزِ تحقیق و اشاعت) ایبٹ آباد، ۲۰۲۳ء، ص ۱۱۵
۲۱. قمر زمان، ''سلطان سکوں: شخصیت اور فن''، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، ۲۰۲۰ء، ص ۵۳